رجسٹرڈ نمبر — ل ۲۰۳۷

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حب وطن از ملک سلیمان خوشتر ۔ خار وطن از سنبل و ریحان خوشتر
یوسف کہ بہ مصر بادشاہی میکرد ۔ می گفت گدا بودن کنعان خوشتر

کاکوری اخبار

پندرہ روزہ

جلد | کاکوری یکشنبہ یکم ستمبر ۱۹۴۰ء مطابق ۲۷ رجب المرجب ۱۳۵۹ھ | نمبر ۹

ادبیات

(حضرت اقدس جناب قاضی القضاۃ مولوی نجم الدین علیخان بہادر ثاقب مرحوم مغفور کی حسب ذیل فارسی غزل مولوی محمد عاصم صاحب قیس نے (جو حضرت قاضی القضاۃ صاحب کے شاگرد رشید جناب مولوی محمد مصطفیٰ خاں صاحب مرحوم کی بیاض سے نقل کر کے بغرض اشاعت بھیجی ہے جسکو ہم تبرکاً درج اخبار کرتے ہوئے جناب قیس کے خلوص کا دلی شکریہ ادا کرتے ہیں۔ اڈیٹر)

غذا جز خون دل خوردن ندارم ۔ ردا جز راز پوشیدن ندارم
نباشد تا عصائے آہ پیشم ۔ بجز تاب ز خود رفتن ندارم
منم کوہ ثبات قصد تحمل ۔ چو گردون ہرزہ گردیدن ندارم
کنم در خاکساری گرم تا جائے ۔ مقامے بہتر از گلخن ندارم
نصیب باریابی در حضورش ۔ دل من دارد اتا من ندارم
زمین تا آسماں در عشق آن دوست ۔ بغیر از کوئے او مامن ندارم
چناں در ساختم با مردم دہر ۔ کہ با خود ہیچ کس دشمن ندارم
رخش گل۔ چشم نرگس۔ زلف سنبل
من اے ثاقب جزیں گلشن ندارم

کچھ مشہور تاریخی واقعات

ذیل میں دنیا کے کچھ مشہور تاریخی واقعات مع سنہ دیے جاتے ہیں۔ امید ہے کہ ناظرین کی دلچسپی کا باعث ہونگے ۔

سنہ ۷۱۱ء ۔ ہندوستان میں مسلمانوں کا داخلہ۔
سنہ ۱۲۰۶ء ۔ ہندوستان کا پہلا مسلمان بادشاہ قطب الدین ۔
سنہ ۱۴۵۳ء ۔ قسطنطنیہ پر ترکوں کا قبضہ ۔
سنہ ۱۴۹۲ء ۔ امریکہ کی دریافت ۔
سنہ ۱۶۱۲ء ۔ انگریزوں کا ہندوستان میں داخلہ۔
سنہ ۱۲۶۵ء ۔ پارلیمنٹ کا پہلا اجلاس ۔
سنہ ۱۶۶۸ء ۔ بمبئی احاطہ قائم ہوا۔
سنہ ۱۶۹۰ء ۔ کلکتہ کی بنیاد رکھی گئی ۔
سنہ ۱۷۳۹ء ۔ دہلی میں قتل عام کا حکم ۔
سنہ ۱۷۴۶ء ۔ جنگ انگلشیہ و فرانس ۔
سنہ ۱۷۷۴ء ۔ لارڈ ہیسٹنگز پہلا گورنر جنرل ہند ۔
سنہ ۱۸۰۷ء ۔ لندن میں گیس کی روشنی ۔
سنہ ۱۸۱۵ء ۔ تیر کے چھاپے کی مشین کی ایجاد ۔
سنہ ۱۸۳۰ء ۔ ولایت میں ریل جاری ہوئی ۔
سنہ ۱۸۳۳ء ۔ ستی ہونے کی ممانعت ۔
سنہ ۱۸۳۹ء ۔ انگریز کابل میں داخل ہوئے ۔
سنہ ۱۸۳۷ء ۔ ولایت میں تار برقی جاری ہوئی ۔
سنہ ۱۸۳۹ء ۔ چین کی پہلی جنگ ۔

(باقی)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کاکوری اخبار

جلد ۷ | کاکوری یکشنبہ یکم ستمبر سنہ ۱۹۴۰ء | نمبر ۹

انقلاب سے پہلے غور کرو اور جلد سنبھلو

(ہمعصر ایمان مورخہ ۳۰ جولائی سنہ ۴۰ء میں نہایت نتیجہ خیز مضمون چھپا ہے جسکو ہم اپنے ناظرین کرام کی سبق آموزی اور جلد توجہ کیلئے ذیل میں درج کرتے ہیں اور بغور پڑھنے اور اپنی کمزوریوں کو رفع کرنے کی درخواست کرتے ہیں۔ اڈیٹر)

انسان اور جمادات کا بنیادی فرق صرف ایک ہے۔ یعنی یہ کہ انسان اپنی حالت کو بدل لیتا ہے مگر جمادات نہیں بدلتے۔ اگر کوئی شخص یا قوم وقت کو دیکھ کر اسکے مطابق کام نہ کرے تو سمجھنا چاہیے کہ وہ انسان نہیں بلکہ اینٹ پتھر ہے۔

آج جرمنی کے مختار مطلق ہٹلر نے اس قوت اور شدت سے نقارۂ جنگ پر چوٹ لگائی ہے کہ دنیا کی ہر ایک قوم اسکی دہشت سے لرز گئی ہے۔ آج تمام عالم میں نفسی نفسی کا شور برپا ہے ہر ایک قوم یہ چاہتی ہے کہ وہ جلد سے جلد عیش و راحت کا اطلسی لباس اُتار دے اور عزم و جہاد کا فولادی لباس پہن لے۔ آج ہر ملک کے مدبر یہ محسوس کر رہے ہیں کہ اگر ہم وقت کی ہوا کے مطابق تیاری اور طاقت کے معیار پر پورے نہ اُترے تو ہم کبھی نہیں بچ سکتے۔ پولینڈ کو اپنی کمزوریوں کی سزا مل چکی ہے۔ ناروے اور فنلینڈ کو اپنی آرام طلبیوں کا مزا چکھایا جا چکا ہے۔ ہالینڈ اور بلجیم اپنی تن آسانیوں کا معاوضہ ادا کر چکے اور اب سب سے آخر میں برطانیہ اور فرانس کو پکڑ لیا گیا تھا۔ فرانس بھی تقریباً ختم ہو چکا اور اپنی دلچسپیات کے بھینٹ چڑھ گیا اب صرف تنہا انگریز قوم جرمن و اٹلی کے مقابل ہے۔ اور ان سے پوچھا جا رہا ہے آپ کیوں غافل رہے؟ قدرت کے دربار میں حاضر ہو جاؤ اور اپنی غفلت کا تاوان ادا کرو۔ آج امریکہ اپنی کمزوریوں سے کانپ رہا ہے اور تیاریوں میں مصروف ہے۔ ترکی اور مصر دیوانہ وار اُٹھنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ تاکہ قبل اسکے کہ اٹلی اور جرمنی اُن کی کمزوریوں کو دیکھیں وہ قوت و طاقت کے خزانے تک پہونچ جائیں۔ گورنمنٹ آف انڈیا نے بھی ڈیڑھ سو سال تک سوتے رہنے کے بعد یہ اعلان کیا ہے کہ اب ہم ہندستان کی فوجی تیاریوں کو بہت جلد آخری حد تک یا پایۂ تکمیل تک پہونچا دینگے۔ یہ تیاریاں ہمارے لیے سبق آموز ہیں۔

سب ہوشیار اور ہم غافل۔ آج غلام قومیں آزادوں سے بھی زیادہ پریشان اور مضطرب ہیں۔ اور مقابلۂ انقلاب کیلئے کمربستہ ہو رہی ہیں۔ آج گاندھی جی سب سے زیادہ بدحواس ہیں اور اپنی قوم کو تیاری کا حکم سنا رہے ہیں۔ پنڈت جواہر لال نہرو لیڈری بھول چکے ہیں اور رضاکاروں کی وردی میں دوڑے پھرتے ہیں۔ کانگریس کے لیڈروں نے دھوتیاں اُتار دی ہیں اور لاٹھیاں اُٹھالی ہیں۔ آج کانگریس کے سامنے فوجی تیاری کے سوا اور کوئی کام باقی نہیں۔ اکالی لیڈر جا بجا دوڑے پھرتے ہیں اور تیاری کا بگل بجا رہے ہیں۔ قطب شمالی سے قطب جنوبی تک تمام مخلوق جنگ کے خوف سے متاثر ہے۔ انقلاب کی تیاریوں میں غرق ہے اور مستقبل کی حفاظت میں غلطاں ہیں۔ سوائے ایک قوم کے اور یہ ہندوستان کے بدقسمت مسلمان ہیں۔ انھیں ذرہ برابر بھی خطرات کی پرواہ نہیں مستقبل کی فکر نہیں۔ ہم تمام دنیا کو دوڑتے ہوئے دیکھ رہے ہیں مگر خود نہیں دوڑتے۔ ہمارے سامنے طوفان اُمڈ رہے ہیں۔ مگر ہم کشتی بنانیکی کوشش نہیں کرتے۔ ہمارے سروں پر تباہی کی گھٹائیں چھا رہی ہیں مگر سر چھپانے کی فکر نہیں کرتے اسکی وجہ صرف جہالت اور بےخبری ہے۔ خطرے کا احساس وہ کریگا جو خطرے کو دیکھتا ہے جو دیکھتا ہی نہیں وہ احساس کیا کریگا۔ وہ مردہ ہے وہ شخص پتھر سے بدتر ہے۔

اگر مسلمان اپنی موجودہ حالت پر قانع رہتے تو یہ بڑی بات تھی۔ مگر افسوس کہ یہ بننے کے نہیں بلکہ بگڑنے کی کوشش کر رہے

ہیں۔ یہ آپس کے جھگڑوں میں غرق ہیں۔ یہ ابھی تک ایک دوسرے کو فنا کر رہے ہیں۔ یہ خود رسوا ہو رہے ہیں اور دوسروں کو رسوا کر رہے ہیں۔ انھیں ابھی تک اپنا کوئی دشمن نظر نہیں آیا۔ انھیں ابھی تک نبرد اور مدح صحابہؓ کے جھگڑوں سے فرصت نہیں ملی۔ یہ بربادیوں کا انجام دیکھ چکے ہیں مگر پھر بھی نہیں سنبھلے۔ انھیں نہ انقلاب کا خوف ہے۔ نہ اندرونی خطرات کا احساس ہے۔ ہم پولینڈ، جبش، البانیہ، آسٹریا، ناروے، ہالینڈ، ڈنمارک اور بلجیم کو گھنٹوں اور منٹوں میں تباہ و برباد ہوتے ہوئے دیکھ چکے ہیں۔ مگر پھر بھی آنکھیں نہیں کھولتے۔ کیوں؟ صرف اسلئے کہ ہم حالات سے بے خبر ہیں اور واقعات سے لاعلم ہیں۔ خطرہ کا احساس صرف وہی شخص کر سکتا ہے جو خطرہ کو دیکھے مگر جسکی آنکھیں اندھی ہوں جس کے کان بہرے ہوں۔ جسکا دماغ معطل ہو جسکی عقل پر پردہ پڑ چکا ہو۔ وہ اسوقت مصیبت کو دیکھتا ہے جبکہ وہ ایک لاعلاج وبا بنکر سر پر پہونچ جاتی ہے۔ ایسا نہو کہ ہم اسوقت جاگیں جبکہ سورج مغرب سے نکل آئے۔ مسلمانو! کچھ سمجھو یہ آخری وقت ہے جبکہ تمھیں جاگنا چاہیئے۔

یہودیوں سے سبق لو۔ ہزارہا مسلمان یہ سمجھتے ہیں کہ ہمارے پاس روپیہ ہے۔ جائداد ہے۔ زمین ہے مکان ہے۔ تجارت ہے کاروبار ہے۔ اگر مصیبت آتی ہے تو آجائے۔ ہمیں کچھ پروا نہیں میں ان قابل رحم بھائیوں سے کہنا چاہتا ہوں۔ آپکے یہ خیالات نہایت بے بنیاد ہیں۔ اور بادر ہوا ہیں۔ آپ جرمنی کے یہودیوں کو دیکھیے۔ وہاں انکا کروڑوں روپیہ کا کاروبار تھا۔ اُن کے کارخانے تھے، دکانیں تھیں، تجارت تھی، اخبارات تھے، کوٹھیاں تھیں۔ جرمنوں کے ساتھ اُنکے بڑے بڑے تعلقات تھے۔ اُنکا بڑا رسوخ تھا۔ اُنکے بڑے دعوے تھے۔ مگر نتیجہ کیا نکلا؟ ہٹلر نے صرف ایک دفعہ انھیں مخاطب کیا۔ اور کہا "جرمنی صرف جرمنوں کا ہے۔ سب کچھ یہیں چھوڑ کر نکل جاؤ اور کوئی یہودی ۱۵ پونڈ سے زیادہ رقم اپنے ساتھ نہیں لے جا سکتا" اسکے بعد کیا ہوا جو یہودی دکان پر بیٹھا تھا اُسے دکان سے نکالدیا گیا جو بنک میں تھا اُسے بنک سے جواب مل گیا۔ جو مالک زمین تھا اُسے زمین سے بے دخل کر دیا گیا۔ جو موٹر پر تھا اُسے موٹر سے اُتار دیا گیا۔ جو کوٹھی میں تھا اُسے کوٹھی سے نکالدیا گیا۔ پولینڈ، بلجیم اور ہالینڈ کو دیکھو۔ وہاں کسی کو یہ خیال تھا کہ اپریل اور مئی کے صرف دو مہینوں کے اندر ہزارہا شہر کھنڈرات کا ڈھیر ہو جائینگے کروڑوں روپے کی دولتیں لٹ جائیں گی۔ موٹریں چھن جائینگی اور لاکھوں آدمی ایک آن کی آن میں تباہ و برباد ہو جائیں گے۔ آپ بھی ان حالات سے عبرت حاصل کیجیے۔

گھر اور باہر

(از کاظمی صاحبہ)

صدیوں سے عورتوں کا دائرہ عمل گھر کی چہار دیواری تک محدود رہا ہے ان کے اعمال کی تشکیل کرنے میں نسوانی کمزوریوں کے علاوہ اس امر کو بھی مدنظر رکھا گیا کہ باہر کی ہنگامہ آرائیوں سے عورتوں کو دور رکھنا ہی سماج کے اخلاقی معیار میں ارتقائی رفتار کا موجب ہوگا۔ اگر اس مسئلہ پر بالکل غیر جانبدارانہ طریقہ سے غور و خوض کیا جائے تو یہ سمجھنے میں دشواری نہو گی کہ عورتوں کو گھر کی چہار دیواری میں مقید کرنے کا مقصد اسکے سوا اور کچھ نہیں ہو سکتا کہ مردانہ اقتدار زیادہ سے زیادہ وسیع بنا کر صنف نازک کو سامان نشاط اور دوسرے پالتو جانوروں کی شکل میں تبدیل کر دیا جائے لیکن مرد اس سلسلہ میں ہمیشہ خود غرضی کو کام میں لاتے ہوئے حقیقت پر پردہ ڈالنے کی کوشش کرتے رہے ہیں۔ جب میں اس قید و بند کی نسبت استفسار کرتی ہوں تو مجھے یہی جواب ملتا ہے کہ "عورت صرف ماں بننے کیلئے ہے۔ باہر کی دنیا سے عورت کو کوئی لگاؤ نہیں ہونا چاہیئے" مگر جب میں یورپ اور مہذب ایشیائی ممالک کی عورتوں کو دیکھتی ہوں تو یہ جواب کوئی اہمیت نہیں رکھتا۔ وہاں عورتیں مردوں کے دوش بدوش کام کرتی ہوئی نظر آتی ہیں۔ اور ماں بننے کے بعد بھی وہ باہر کی دنیا میں مخصوص پوزیشن کی مالک ہوا کرتی ہیں۔ لیکن ہمارے ہندوستان میں عورتوں کو

استحقاق تخلیق سے قطعی محروم کر دیا گیا ہے۔ اگر ہماری سوشل ترقی کا یہی عالم رہا تو ہم آج سے کئی صدی پیچھے کے زمانے میں واپس چلے جائینگے اس اندھیر نگری میں علامہ شبلی نعمانی ہی ایک ایسے شخص تھے جو عورتوں کے متعلق بہت اونچے خیالات رکھتے تھے اور آزادی نسواں کے زبردست حامی تھے لیکن انکی پبلک زندگی کچھ ایسی پیچیدہ ہو گئی تھی کہ وہ اس سلسلہ میں کچھ منظر عام پر بیان کرنے کی جرأت نہ کر سکتے تھے انکی خواہش تھی کہ وہ اپنی کوئی تصنیف عطیہ بیگم صاحبہ کے نام سے معنون کر دیں۔ لیکن ملک گیر مخالفت کے خیال سے ایسا نہیں کر سکے۔ عطیہ بیگم صاحبہ نے انھیں ایک مرتبہ کم ہمت بھی کہدیا تھا جسکے جواب میں وہ لکھتے ہیں:—

"تم سچ کہتی ہو کہ میں بہت کم ہمت ہوں۔ میری زندگی کے دو حصے ہیں۔ پرائیوٹ اور پبلک۔ اگر پبلک کام میرے ہاتھ میں نہ ہوتا تو میری ہمت کا اندازہ کر سکتیں۔ تم کو کیا معلوم ہے کہ مجھ کو کیا مشکلات ہیں۔ تم کو کیا معلوم ہے کہ اگر میں عوام کی مرضی کا کسی حد تک لحاظ نہ رکھوں تو ایک مفید تحریک فوراً برباد ہو جاویگی" (مقدمات عبدالحق جلد دوم)

علامہ شبلی نعمانی کا مندرجہ بالا خط اس حقیقت کا آئینہ دار ہے کہ دل میں آزادی نسواں کا جذبہ موجود ہوتے ہوئے بھی وہ کوئی مفید قدم نہیں اٹھا سکتے تھے اسکی وجہ یہ تھی کہ ایک زبردست اکثریت کے خلاف ہو جانے کا خطرہ تھا۔

جن عورتوں کے پاس آنکھیں اور عقل ہے وہ دیکھتی ہیں کہ انکا شریک حیات (شوہر) اپنے اوقات کا بیشتر حصہ باہر کی دنیا میں صرف کرتا ہے اور کھانا یا آرام کے سوا گھر کی دیگر چیزوں سے اسکو کوئی تعلق نہیں ہوا کرتا مرد کو عورت کی ضرورت صرف اسلئے ہوا کرتی ہے کہ باہر کی حاصل شدہ شہرت کو قائم رکھنے کیلئے جانشین پیدا کیا جائے اور اسکی پرورش کا بار اسپر نہ پڑے۔ مجھے اسکا اعتراف ہے کہ اولاد کی پرورش کی تمام تر ذمہ داریاں عورت ہی کے سر ہونا چاہئیں لیکن اسکا مطلب یہ نہیں ہے کہ عورت کو بالکل عضو معطل تسلیم کر لیا جائے۔ عورتوں کی تعلیم کے متعلق علامہ شبلی نعمانی کا ایک خط ملاحظہ فرمائیے:—

"عورت کیلئے الگ نصاب ہو۔ یہ اصولی غلطی ہے۔ کوشش کرنی چاہئے کہ دونوں صنفوں میں جو فاصلہ پیدا ہو گیا ہے وہ کم ہوتا جائے نہ کہ اور بڑھتا جائے اور بات چیت رفتار گفتار نشست برخاست مذاق زبان سب الگ ہو جائیں یونہی تفرقہ بڑھتا رہا تو دونوں دو مختلف نوع ہو جائیں گے البتہ بعض چیزیں مثلاً رضاعت۔ پرورش اولاد وغیرہ عورتوں کے نصاب میں شامل ہونے چاہئیں" (مقدمات عبدالحق جلد دوم)

مجھے یہ کہنے دیجئے کہ رضاعت اور پرورش اولاد کے معاملہ میں عورتوں کو صرف اتنا ہی حق ملتا ہے کہ وہ باہر کی دنیا کو صرف گھر کی کھڑکیوں سے کبھی کبھی دیکھ لیں اور دل میں ہمیشہ یہی سمجھتی رہیں کہ یہ "میدان عمل" انکی طاقت کے مطابق نہیں تھا اور نہ مستقبل میں کبھی ایسا ہو سکیگا۔ اس متمدن زمانے میں یہ خیال کرنا غلطی کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے کہ خواتین کی اکثریت نہ اسکے خلاف آواز اٹھائیگی اور نہ اپنے مطالبات کی خاطر آگے قدم بڑھائے گی۔ بعض عورتوں نے اس خیال کو یقین کے درجہ تک پہونچا کر اپنی بے اطمینانی کو دل کی گہرائیوں میں چھپا لیا اور بعض نے باہر نکلکر اپنی طاقتوں کا موازنہ کیا۔ باہر کی ہنگامہ خیز دنیا میں داخل ہونیوالی عورتوں کی طاقتوں کا اندازہ لگانے کے بعد صرف مرد ہی نہیں بلکہ تقدیر زدہ عورتیں بھی حیرت میں پڑ گئیں اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ گذشتہ پچیس تیس سال سے عورتوں نے تمام شعبہ حیات میں مردوں کے برابر کامیابی حاصل کی ہے اور یہ بالکل واضح ہو چکا ہے کہ عورت اپنی نازک فطرت کو قائم رکھ کر بھی مشکل سے مشکل کام کر سکتی ہے۔ اس سلسلہ میں علامہ شبلی نعمانی کا ایک اور خط ملاحظہ فرمائیے:—

"عورتوں کے متعلق تمہاری رائے ہے کہ وہ دنیوی اور معاشی علوم کم پڑھیں اور اسکو پسند نہیں کرتیں کہ خود کمائیں اور کھائیں لیکن یاد رکھو مردوں نے جتنے ظلم عورتوں پر کئے اس بل پر کئے کہ عورتیں انکی دست نگر تھیں۔ تم عورتوں کا بہادر اور دلیر ہونا اچھا نہیں سمجھتی ہو۔ لیکن یہ تو پرانا خیال تھا کہ دھان پان۔ چھوئی موئی اور دردی کا ۴۴ ہونا چاہئے۔ جمال اور حسن نزاکت پر موقوف نہیں۔ تنومندی۔ دلیری

دلپذیری۔ اور شجاعت میں بھی حسن و جمال قائم رہ سکتا ہے۔ مردنما عورت زنانہ نزاکت سے زیادہ محبوب ہو سکتی ہے۔ ہاں یہ اعتراض صحیح ہو سکتا ہے کہ موجودہ طرز تعلیم سے بچے خاندان سے اجنبی ہو تے جاتے ہیں لیکن خاندان سے زیادہ چسپیدگی بھی کوئی مفید چیز نہیں ہو۔"

(مقدمات عبدالحق جلد دوم)

یہ سب کچھ محسوس کرتے ہوئے مردوں کا یہ خیال بالکل حماقت پر مبنی ہے کہ عورتوں کو گھر کی چہاردیواری میں بند رہنا چاہیے مختلف ممالک نے صورت حالات کے مطابق اس مسئلہ کو سلجھایا ہے لیکن ہمارے ملک میں مکمل بیداری نہونے کے باعث آزادی نسواں میں تخریبی پہلو کو نمایاں جگہ دیجاتی ہے اور اسکے تمام تعمیری حقایق پر پردہ ڈال دیا جاتا ہے۔ علامہ شبلی نعمانی نے کتنے موثر الفاظ میں اسطرف اشارہ کیا ہے وہ فرماتے ہیں:۔

"میری اسکیم یا تجویز جو آپ کے متعلق ہے وہ (آپکے) یورپ جانے کے بعد قابل اظہار ہوگی۔ یعنے میں چاہتا ہوں کہ ان مشہور عورتوں کی طرح اسپیکر اور لکچرار بنجائیں جو انگریزی اور پارسی قوم میں ممتاز ہو چکی ہیں لیکن اردو میں تاکہ ہم لوگ بھی کچھ سکیں آپ میں ہر قسم کی قابلیت موجود ہے صرف مشق کی ضرورت ہے ہم پرانے لوگ آزادی سے بے بہرہ مجامع عام میں تقریر کرنا پسند نہیں کرتے لیکن آپ تو اس میدان میں آ چکی ہیں اسلئے اب جو کچھ ہو کمال کے درجہ پر ہو۔" (مقدمات عبدالحق جلد دوم)

مندرجہ بالا خط کے آخری جملے سے یہ صاف ظاہر ہوتا ہے کہ علامہ موصوف دیگر مولویوں کی طرح تنگ نظر نہیں تھے اور عورتوں کو (بے پردہ ہو کر) پبلک کا مونہیں دیکھنا چاہتے تھے صرف یہی نہیں بلکہ وہ موسیقی کے متعلق بھی تحریر فرماتے ہیں:۔

"ان باتوں کے ساتھ اگر تم موسیقی سے بھی واقف ہو جاؤ تو اجازت دو کہ لوگ تمھیں پوجیں۔ وانا اول العابدین۔ لیکن مردوں کی ایک بڑی جماعت قدیم رسم و رواج کو کلیجے سے لگائے ہوئے اسکو کبھی نہ آنے کی آرزو میں بیٹھی ہوئی ہے۔ جب عورتیں باورچی خانہ کے دھوئیں سے لال ہو جانیوالی آنکھوں میں بجلی کی سی چمک پیدا کر کے پوجا بیٹھیں گی۔ (مقدمات عبدالحق جلد دوم)

کیا مجھ سے صرف یہی کام ہو سکتا ہے؟ اس دن کو روکنے کیلئے کبھی کبھی ان عورتوں پر بالکل ناجائز الزامات لگانے سے بھی احتراز نہیں کیا جاتا جنھوں نے اپنی طاقتیں باہر کی دنیا میں صرف کرنی مناسب سمجھا ہے۔ ان ترکیبوں سے کبتک اس مسئلہ کو طاق نسیاں پر رکھا جا سکیگا۔ سوسائٹی کو کسی نہ کسی دن عورتوں کی بے اطمینانی کو انتہائی ہمدردی کے ساتھ سمجھکر ایسا جواب دینا ہوگا جسے سنکر وہ سوشل اعمال کے سلسلہ میں دست تعاون بڑھا سکیں۔

مرد اس تہذیب تمدن کے زمانہ میں عورتوں کی زندگی کو قدیم روایات سے مربوط بنا کر رکھنا چاہتے ہیں لیکن یہ تو سماج اور قوم کی ترقی میں زبردست رکاوٹ ہے یہاں پر یہ سوال نہیں اٹھتا کہ عورتوں کیلئے گھر جنم ہے بلکہ دراصل مسئلہ یہ ہے کہ اگر کوئی عورت اپنے اوقات کا کچھ حصہ باہر کی دنیا میں صرف کرنا چاہے سوسائٹی اُسے ایسا کرنے کی اجازت دیگی یا نہیں؟ جب تعلیم نسواں کی تحریک شروع ہوئی تھی تو مردوں کی ایک بڑی جماعت اس تحریک کی سیادت کرنے کیلئے دوڑ پڑی تھی یہ کہنا تو مشکل ہے کہ اس کوشش میں کتنا حصہ نام و نمود کا تھا اور کتنا عورتوں کے متعلق سچی بہی خواہی کا۔ لیکن میں یہ ضرور کہہ سکتی ہوں کہ ایسے مصلح قوم افراد ہمیشہ دھوکے میں مبتلا رہے۔ انھوں نے یہ غور نہیں کیا کہ تعلیمی ترقی کے ساتھ عورتوں کے دل میں اپنے حقوق کو جانچنے کی فطری خواہش پیدا ہو جاوے گی اور وہ گھر کے باہر بھی کچھ مخصوص اختیارات اور آسانیاں طلب کرینگی۔ یہ امید رکھنا حماقت کے سوا اور کیا ہو سکتی تھی کہ ایک تعلیم یافتہ عورت گھر کی چہاردیواری میں بند رہکر سکون قلب حاصل کر سکیگی مغربی کارکنوں نے نہ عورت کی حقیقی شکل کو دیکھا تھا اور نہ دیکھنے کی ضرورت محسوس کی تھی۔ اُنکے خیال میں عورت کو متعارف کرنے کا سب سے بہتر طریقہ یہی تھا کہ اُسے صرف ذریعہ عیش تک محدود کر دیا جائے۔ چنانچہ میں اس سلسلہ میں بلا خوف تردید کہہ سکتی ہوں کہ ایسے ہی ناقابل عمل خیالات نے عورتوں کی دنیا میں بے اطمینانی کی لہر دوڑا دی۔

ہیں پُر زور الفاظ میں کہوں گی کہ عورتوں کے چمکیلے مستقبل کو دھیان میں رکھکر گھر اور باہر کو ایک ہی شکل میں دیکھنا ہوگا اور اگر خود غرض مردوں نے باہر کی دنیا سے متعارف نہیں کرایا تو انکی آواز سماجی نظام کو متزلزل کردیگی۔ (ماخوذ)

آجکل کی زندگی

(از مولوی حسن ابن ضیا صاحب علوی ضیا کاکوروی)

موہن بچپن سے ایک اچھا طالب علم اور کھلاڑی تھا وہ جس طرح تعلیم میں نمایاں کامیابی حاصل کرتا تھا اسی طرح کھیلوں میں بھی کامیاب تھا اُسنے انٹرنس کے امتحان میں نمایاں کامیابی حاصل کی کالج میں داخل بھی ہوگیا مگر کتابوں کیلئے دام اور فیس کا روپیہ کہاں سے لائے جو وظیفہ ملتا تھا وہ اپنے خرچ کیلئے کافی ہوتا تھا کیونکہ کالج شہر میں تھا اور شہر میں مکان اور کھانے کا خرچ کافی ہوتا ہے مجبور ہوکر تعلیم چھوڑنا پڑی۔ آج اسکو معلوم ہوا کہ بغیر روپیہ کے انسان کچھ نہیں کرسکتا اور قابلیت کی کوئی قدر نہیں ہوا کرتی وہ دیہات آگیا۔ کچھ دن تو آرام سے بغیر کسی تردد کے گذرے۔ وظیفہ تعلیم جاری نہ رکھ سکنے کیوجہ سے بند ہوگیا۔ اور وہ اپنے باپ کے ساتھ تحصیل جاتا اور دن بھر کام کرتا اس خیال سے کہ شاید اسطرح کوئی صورت نکل آئے دفتر اگرچہ چار بجے بند ہوجاتا ہے صرف افسران کیلئے کلرک غریب تو ۸ بجے یا اسکے بعد بغل میں فائل دبائے گھر جاتے ہوئے نظر آتے ہیں اور گھر پہونچکر بھی سکون نہیں ملتا بلکہ اس کام کو بھگتنا پڑتا ہے۔ یہی حال موہن کا بھی تھا۔ کھیل کود سب رخصت ہوچکا تھا۔ ایک دن موہن کے باپ نے اُسے بلاکر کہا کہ انکی خواہش ہے کہ اپنی زندگی میں اسکا بیاہ کردیں اُسکے انکار کے باوجود اسکی شادی رچائی گئی۔ شادی میں کافی خرچ کیا گیا مگر سب قرض پر کام چلا۔ کوئی بات نہیں حوصلہ تو نکال لیا رفتہ رفتہ کرکے سب ادا ہوجائیگا اگر میں ادا نہ کرسکا تو موہن قرض ادا کردیگا یہ لوگ جو دھوم دھام کو منع کرتے ہیں دیکھنا ہے کہ وقت آنے پر کیا خالی خولی ہاتھ دولہا دولہن کا پکڑ کر رخصت کردیں گے۔

موہن کے باپ نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔ یہ سب تو ہوگیا مگر روزگار کہاں سے آتا موہن کے باپ کی پنشن بھی ہوگئی اور موہن غریب امیدواری میں روز تحصیل کا چکر لگاتا رہتا۔ آمدنی کم اور خرچ کافی موہن کے بھی دو بچے ہوچکے تھے اور باپ بیمار تھا پھر قرض بھی تھا۔ کچھ نہ کچھ کم از کم سود تو دینا ہی پڑتا تھا۔ زندگی موہن کو بھیانک نظر آنے لگی۔ آخر کیا کرے؟ یہی مرحلہ سامنے تھا اور کوئی صورت معقول سمجھ میں نہیں آتی تھی۔ آخر امید کی کرن نظر پڑی۔

موہن اپنے پرانے اسکول میں ہیڈماسٹر سے ملنے گیا۔ اور اپنی بپتا بیان کی۔ ہیڈماسٹر نے رحم کھاکر اسکول میں نوکری دیدی۔ باپ کا انتقال ہوگیا۔ سارے گھر کا بار اُسی کے سر آپڑا۔ اور آمدنی محدود تھی۔ گویا سر منڈاتے ہی اولے پڑے۔ قرض کا ادا کرنا ضروری تھا ورنہ وہ ہوگا اور جیل کی تاریک کوٹھری مگر کیا ڈ تاریکی اسکی قسمت سے زیادہ تاریک ہوگی جہاں خوش قسمتی کی کرن تک نہ تھی۔ قرض ادا کرنے کیوجہ سے رفتہ رفتہ بیوی کا زیور بکنے لگا ایک پوت کا چھلہ تک نہ رہ گیا۔ سچ ہے مصیبت جب آتی ہے تو اکیلی نہیں آتی۔ موہن محنت سے اسکول میں کام کرتا تھا۔ لڑکے اور ہیڈماسٹر اُس سے خوش تھے اور اُسے مانتے تھے۔ اسوجہ سے اور اساتذہ جلنے لگے اور اُسکے دشمن ہوگئے۔ حسد کی آگ انکے دلوں میں بھڑکنے لگی۔ ہیڈماسٹر کی پنشن ہوگئی اور دوسرے شخص کو ہیڈماسٹر کی جگہ ملی اب اُنھوں نے اُسے تنگ کرنا شروع کیا۔ تمام قسم کی کلفتوں، مصیبتوں کا سامنا کرنا پڑا۔ برداشت کی قوت ختم ہوگئی یہانتک کہ اسکی صحت جواب دینے لگی۔ اُسے دق ہوگئی اُس نے چھٹی کی درخواست دی جو نا منظور ہوئی۔ بہر حال وہ اسپتال میں علاج کیلئے داخل ہوگیا۔ تھوڑے دنوں کے بعد منیجر کا خط موہن کو اسپتال ہی میں ملا۔ اسمیں کیا تھا؟ اسکی سمجھ میں نہیں آتا تھا کیا کرے یہ صدمہ اُسکے لئے بہت سخت تھا۔ آخر نوکری چلی گئی تو وہ اپنے بال بچوں کا پیٹ کیونکر پالیگا۔ کیا اُسے بھیک مانگنا پڑیگی۔ اچھا اگر وہ ایسا کرے بھی تو کیا اُسے کوئی کچھ دیگا بھی؟ وہ انھیں سوالات میں گم ہوگیا۔ اُسکی بیوی کو جب تنخواہ نہ پہونچی اور

حال نہ معلوم ہوا تو وہ بھی اسکول سے پتہ دریافت کر کے اسپتال پہونچی۔ بیوی کو دیکھکر موہن مسکرایا اور پھر ہمیشہ ہمیشہ کیلئے آنکھیں بند کر لیں اور تمام پریشانیوں سے آزاد ہو گیا!!!

یہ ہے آجکل کی تعلیم کے بعد کا آخری نتیجہ کہ پڑھ لکھ کر بھی پیٹ پالنے کا ذریعہ پیدا نہونے سے زندگی وبال ہو جاتی ہے اور نا امیدی ذمہ داریوں پر غالب آکر انسان کو مجبور و لاچار کر کے زندگی دو بھر کر دیتی ہے۔

وطن کی خبریں

نوٹ:- اعزا احباب اور جملہ اہل وطن سے جو باہر ہیں خواہ وطن میں گذارش ہے کہ اپنے یہاں کی قابل ندراج خبریں اور اطلاعات دفتر میں روانہ کر کے مشکور کرتے رہیں۔ (اڈیٹر)

موسم:- اس عشرہ میں بارش بہت کم ہوئی گو فضا میں بادل محیط رہے لیکن پانی برسا نہیں۔ بڑے انتظار اور دعاؤں کے بعد ۲۲ اگست کو نماز عشا کے وقت ایک اچھا جھیلا گرا جس سے کاشت کو کافی نفع پہونچنا بیان کیا جاتا ہے۔ موسم خوشگوار ہے اور عموماً ٹھنڈی ہوا چلتی رہتی ہے۔ جب آسمان صاف ہوتا ہے تو دھوپ بڑی تیز ہوتی ہے۔

آب و ہوا:- بفضلہ تعالیٰ اسوقت تک آب و ہوا اچھی ہے۔ ملیریا کی شکایات سنی گئی ہیں یا نزلاوی بخار کی اطلاعات آئی ہیں۔

تقریبات:- (۱) ۴ رجب ۱۳۵۹ھ (۹ اگست ۴۰ء) بروز چہارشنبہ حافظ منظور حسین علوی (گردھی) کی دختر (جنکا عقد گذشتہ اکتوبر ۳۹ء کو مولوی عزیز الدین علوی خلف مولوی انیس الدین مرحوم (قاضی گردھی) کے ساتھ ہوا تھا) کی رسم رخصتی بمقام لکھنؤ ادا ہونے کی اطلاع ملی ہے۔ خداوند کریم مبارک فرمائے۔

(۲) سید احتشام علی ایڈوکیٹ (دلی نگر) کا عقد ثانی دختر خورد خانصاحب ڈپٹی اشتیاق علی صاحب مرحوم ایم۔ بی۔ ای۔ ای۔ سی (سندیلوی) نواسی منشی تجمل حسین صاحب مرحوم حافظ کے ساتھ ۲۷ اگست ۴۰ء (۲۲ رجب ۵۹ھ) بروز سہ شنبہ بمقام لکھنؤ ہونیکی اطلاع ملی ہے۔ نکاح خوانی مغرب سے قبل ہوئی اسکے بعد باراتیوں اور مہمانوں کو دعوت طعام دیگئی اور ۱۰ بجے شب کو رخصتی عروس عمل میں آئی۔ اللہ تعالیٰ مبارک فرمائے اور طرفین کو خوش و خرم رکھے۔

زیارت:- حسب دستور سالہائے گذشتہ ۱۳ رجب المرجب ۱۳۵۹ھ (۱۸ اگست ۴۰ء) بروز یکشنبہ بعد نماز ظہر حضرت مولائے علی کرم اللہ وجہہ و حضرات امام حسنین علیہم السلام کے موے شریف کی زیارتیں تکیہ شریف پر ہوئی تھیں۔ مجمع کافی تھا۔ بعد زیارات فاتحہ خوانی ہوئی اور حاضرین کو خرمے تقسیم کئے گئے۔

مسلم لیگ:- اطلاع ملی ہے کہ مقامی مسلم لیگ نے ضلع لیگ کے عملی پروگرام پر عملدرآمد شروع کرتے ہوئے جو کسب کمیٹی بنائی تھی اُسنے اپنا کام شروع کر دیا ہے اور معلوم ہوا ہے کہ جمعیت امداد باہمی کا صیغہ قائم ہو گیا اور دو پیسہ ماہوار کا حصہ ہے تاکہ ہر شخص بآسانی حصہ دار ہو سکے۔ دریافت ہوا ہے کہ برابر حصص خرید کئے جا رہے ہیں۔ کمیٹی نے یہ طے کیا ہے کہ اس بار حصہ دار اپنے ایک سال کی رقم حصص یکمشت ادا کر دیں تاکہ جلد از جلد کوئی کاروبار شروع ہو سکے۔ کمیٹی انتظامی جمعیت امداد باہمی کا جلسہ عنقریب ہونیوالا ہے جسمیں سنا ہے کہ یہ طے کیا جائیگا کہ جسقدر رقم اسوقت تک وصول ہو چکی ہے اُس سے کیا کاروبار شروع کیا جائے اور عنقریب کوئی معقول لائحہ عمل تجویز کر کے مقامی مسلم لیگ میدان عمل میں آجائے گی۔ ہمکو امید ہے کہ اہل قصبہ عموماً اور تمام مسلم لیگی حضرات خصوصاً کافی تعداد میں جمعیت کے حصہ دار بنیں گے۔ جمعیت امداد باہمی کے قواعد و ضوابط دفتر مسلم لیگ میں دیکھے جا سکتے ہیں۔ یہ بھی دریافت ہوا ہے کہ اس کمیٹی نے چنگی فنڈ کو بھی اپنے ہاتھ میں لینے اور منظم طریقہ پر چلانے کا فیصلہ کیا ہے۔

صحت و تندرستی:- (۱) جناب شیخ نظر الحسن صاحب قبلہ کے متعلق معلوم ہوا کہ چاء کے پانی کی جلتی ہوئی کیتلی ران پر گرنے سے بہت بڑا آبلہ پڑ گیا تھا۔ کئی دن تکلیف رہی۔ اب بفضلہ تعالیٰ اچھے ہیں اور زخم بالکل خشک ہو گئے ہیں۔

(۲) جناب قاضی نثار احمد خانصاحب کو سنا ہے کہ کئی دن شدید لرزہ کے ساتھ تیز بخار آیا اور کچھ ہیضہ کی بھی کیفیت پیدا

ہوگئی تھی کہ دفعۃً زیر ناف خفیف درد محسوس ہوا اور سُرخی نمودار ہوکر پھوڑے کی شکل پیدا ہوگئی جسکی وجہ سے تقریباً آٹھ دس دن تکلیف رہی اب پھوڑا از خود ٹوٹ گیا اور کافی مواد خارج ہونے سے سکون ہوا زخم بڑی حد تک مندمل ہوچکا ہے اور اب کچھ چل پھر لیتے ہیں۔

(۳) اہلیہ مولوی مقبول الدین صاحب ماشاء اللہ اب بالکل اچھی ہیں اور طبیعت چاق ہے ضعف بتدریج رفع ہورہا ہے۔

(۴) والدہ شفقت علی عباسی کا زخم مندمل ہوکر خشک ہوگیا صرف خفیف کمزوری انگلیوں میں باقی ہے جسکے دفعیہ کے لئے تیل کی مالش ہورہی ہے۔

(۵) والدہ ضمیر الدین کی کہنی کا زخم مندمل ہوگیا ہے اور اب بفضلہٖ اچھی ہیں۔

متفرقات:- (۱) حضرت شاہ تقی علی قلندرؒ (افسوس ہے کہ گذشتہ اشاعت میں کتابت کی غلطی سے تقی حیدر درج ہوگیا تھا) اور حضرت شاہ علی اکبر قلندرؒ کے فاتحے تکیہ شریف پر ۷ ارجب مطابق ۲۴ اگست (پنجشنبہ) بعد نماز مغرب حسب دستور ہوئے تھے۔ فاتحہ خوانی کے بعد تمام حاضرین کو تبرک تقسیم کیا گیا اور رات کو بعد نماز عشا اور دوسرے دن بروز جمعہ صبح کو قوالی کی محفلیں بھی ہوئیں۔ دونوں وقت اصحاب ذوق کو خوب سماع کا لطف آیا۔

(۲) مرزا محمد سکندر بیگ قدر ناظم تحصیل لکھنؤ نے حسب ذیل تحریر بغرض اشاعت بھیجی ہے "۱۸ اگست ۳۸ء کو ۸ بجے صبح سے ۳ بجے سہ پہر تک خاکساروں نے تمام قصبہ میں جنرل مارچ کیا اور خدمت خلق میں کافی حصہ لیا جس سے عام پبلک پر خاصا اثر ہوا۔ محترم منظور احسن صاحب سالار شہر نے جمعہ مسجد (واقع کٹرہ بازار) میں ایک پر اثر تقریر بھی فرمائی سالار صاحب شہر لکھنؤ کے ہمراہ انکا جیش بھی کاکوری آیا تھا جس میں سالار تبلیغ مراد آباد بھی شامل تھے"

(۳) منشی عبدالوالی علوی (کوٹھی تلہ) جو منجانب ریاست حیدرآباد چار برس کیلئے ناگپور زرعی کالج میں مزید تعلیم کیلئے بھیجے گئے تھے اپنا زمانۂ ٹریننگ ختم کرکے حیدرآباد واپس جاکر اپنی جگہ کا چارج لے لیا۔

اور ورنگل میں تعیناتی ہوئی ہے۔

(۴) ڈپٹی امیر احمد صاحب علوی بی اے ۲۴ اگست کو اورنگ آباد گئے ہیں چند روز وہاں قیام کرکے گلبرگہ اور کریم نگر ہوتے ہوئے آخر ہفتہ ستمبر تک واپس آجائیں گے۔

(۵) شیخ مشیر علی عباسی آگرہ سے بحصول رخصت وطن آئے تھے چند روز قیام کرکے آگرہ واپس گئے کیونکہ مزید رخصت منظور نہیں ہوئی۔

(۶) منشی مظہر علی علوی ایم اے ایڈوکیٹ ایک ہفتہ کے لئے کاکوری آئے تھے اور متعلقین کو ساتھ لیکر کلکتہ واپس گئے جہاں اب وہ دو سال سے وکالت کررہے ہیں۔

(۷) اطلاع ملی ہے کہ مثل سال گذشتہ اب کی بھی منشی محمد طاہر صاحب (مالک کارخانہ حافظ سیتا محمد رفیع تاجر گوڑ و سرکہ) نے سرکہ و عرق نعناع کی کچھ سربند بوتلیں دفتر مسلم لیگ کاکوری میں بغرض فروخت بھیجی ہیں تاکہ عوام و خواص کو خالص سرکہ و عرق نعناع مل سکے اور فروخت سے جو کمیشن ملیگا وہ منشی محمد طاہر صاحب کی جانب سے مسلم لیگ فنڈ میں جمع ہوگا۔ بوتل عرق نعناع ۸ر اور سرکہ ۳ر فی بوتل ہے۔

(۸) منشی محب الرحمن علوی نے حسب ذیل تحریر ہمکو بغرض اشاعت بھیجی ہے "میں اپنے تمام اعزا و احباب کے اخلاص و محبت کا بدل مشکور ہوں جنہوں نے میری جناب والدہ مکرمہ مرحومہ کے انتقال پر ملال کے سلسلہ میں مجھ غمزدہ سے اظہار ہمدردی فرمائی اور رسم تعزیت ادا کی ہے۔ اسوقت فرداً فرداً ہر خط کا جواب دینا میرے لئے ممکن نہیں ہے امید ہے کہ اعزا و احباب میری معذوری کا لحاظ کرتے ہوئے معاف فرمائینگے" محب الرحمن

حادثہ:- ہم انتہائی قلق و افسوس کے ساتھ یہ خبر درج کررہے ہیں کہ منشی اعجاز حسین اعجاز علوی نے بمقام اورنگ آباد (دکن) چند روز مرض فالج میں مبتلا رہکر ۲۴ اگست ۳۸ء دوشنبہ کو صبح ۵ بجے سفر آخرت اختیار کیا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ مضامین کتابت کیلئے لکھنؤ بھیجے جاچکے تھے کہ ڈپٹی امیر احمد صاحب علوی بی اے (جو اعجاز مرحوم کے طلب و اصرار پر اس طویل سفر پر آمادہ ہوئے تھے) کے خط سے دفعۃً اس دلخراش خبر کی اطلاع ملی۔ ہمکو اس حادثہ میں مرحوم کی بیوہ، صاحبزادیوں اور دیگر اعزا سے دلی ہمدردی ہے۔ باری تعالیٰ مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دے۔

(سید محمد مشیر الدین نے یونائیٹڈ انڈیا برقی پریس لکھنؤ میں باہتمام سید توسل حسین چھپواکر دفتر کاکوری اخبار مولوی محلہ (لال ملی) کاکوری سے شائع کیا)